محمد سفیان صفی کی شاعری کے فکری رجحانات: ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر راحیلہ بی بی (اسسٹنٹ پروفیسر شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور)
ڈاکٹر سلمیٰ لیکچرار (شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور)
ڈاکٹر رقیہ بانو (شعبہ اردو، کالام بی بی انٹر نیشنل وومن انسٹیٹیوٹ بنوں)

Abstract:

Muhammad Sufyan Safi who belongs to Hari Purr, Hazara is known as a poet who is standard bearer of modern mannerism. Hitherto his two printed books named "Poon Ye Bheid Bta" and "Usay Chand Gungunay" have been brought into public view. Philosophical conscience, religious perception, thematic mysticism, romantic tradition, political and social conscience along with many other contemporary themes are evident from his poetry. Maturity of artistic conscience accompanied with thoughtful attitudes grants him a unique writing style which is special to his personality. His affection for Islam, his inclination towards the very concept of nation, his pure love for Muslim Ummah and feelings of sympathy, spiritual and emotional allegiance and patriotism for Pakistan and an ever penetrating desire to do something only for the sake of his country are amongst many other themes that provide Sufyan Safi's Nazem and Ghazal with a distinctively attractive style.

Key Words: Sufyan Safi, Poet, Philosophical conscience, social conscience.

ہری پور ہزارہ سے تعلق رکھنے والے محمد سفیان صفی کو جدید رویوں کا علمبردار شاعر کہا جاتا ہے۔ آپ نے ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۷۸ سے کیا۔ تاحال ان کی دو مطبوعہ تصانیف "پون یہ بھید بتا" اور "اسے چاند گنگنائے" منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ جدید اردو غزل کا یہ منفرد شاعر اپنے خوب صورت طرزِ احساس اور متنوع موضوعات کے ہمراہ روایت پسندی اور جدت کے آہنگ کے ساتھ افق پر نمودار ہوتا ہے۔ فلسفیانہ شعور، مذہبی ادراک، صوفیانہ موضوعات، عشقیہ روایت، عصری موضوعات اور سیاسی و سماجی شعور اپنی مکمل گہرائی کے ساتھ ان کے کلام سے عیاں ہیں۔ فکری رویوں کے ساتھ فنی شعور کی پختہ کاری انہیں ایک منفرد اسلوب عطا کرتی ہے، جو ان کا ذاتی خاصا ہے ان کے اس منفرد اسلوب کے بارے میں جان عالم تحریر کرتے ہیں:

> "سفیان کا اندازِ بیان جدا ہے۔ سفیان کے ہاں مجھے اس کا اپنا علامتی نظام متعارف کرانے کا عنصر نمایاں ملا ہے۔ مروجہ استعارے مروجہ معنویت سے ہٹ کر معانی دے رہے ہیں۔ تلازمات کا خیال رکھتے ہوئے اچانک کوئی لفظ پوری خوب صورتی کے ساتھ سامنے لایا جاتا ہے کہ قاری اس کے جواز کو سوچتا رہ جائے۔"(۱)

تصوف، فکر و فلسفہ جیسے خشک موضوعات کو غزل کے مزاج کے عین مطابق کر کے قاری کو چونکانے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بنانے کا ہنر سفیان صفی خوب جانتے ہیں۔ فکری جہات کی اس وسعت نے ان کی غزل کا داخلی نظام بُنا ہے۔ جس میں موضوعاتی تنوع کا ایک وسیع جال بکھرا نظر آتا ہے۔ کڑے امتحانات سے گزرنے کے بعد موضوع اسلوب کی بھٹی سے کندن ہو کر نکلتا ہے۔ تب شعر محمد سفیان صفی کے کلام کا حصہ بننے کا اعزاز حاصل کرتا ہے۔ شعر کو جب تک سانچوں کی سلیقہ مندی، معیار کی کانٹ چھانٹ اور اسلوب کی سینچائی نہ مل جائے تب تک وہ گلزارِ شعر و سخن کا حصہ نہیں بن سکتا۔

داخل و باطن سے گہرا رشتہ رکھنے والے سفیان صفی خارج کے رنگوں کو اپنی خاص نظر سے دیکھ کر فکری رویوں اور جذبات و احساسات کا ایسا پر فریب سماں باندھ دیتے ہیں کہ اشعار کی گنگناتی تتلیاں چمنِ شعر و سخن میں جابجا محوِ رقصاں نظر آتی ہیں۔ امتیاز الحق امتیاز کے مطابق:

"ڈاکٹر محمد سفیان صفی کی شاعری کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے اشعار جذبے اور احساس کے بھرپور تغیرات سے مالامال ہیں ۔ صفی کی تغزلانہ روش انتہائی منفرد ہے۔وہ خیالات کی گمبیرتا سے زیادہ انجان مگر دل کو لگنے والے تصورات کی رمزیت کو کام میں لاتا ہے اور اپنے اس کام میں پوری پیش رفت دکھاتا ہے۔اس عمل میں دولفظی صورتوں سے حیرت انگیز خوابوں کے جزیروں میں حباب رنگ گلابوں پر اڑتی ہوئی سنہری سنہری تتلیاں شعری گرفت میں لانے کا اہتمام کرتا ہے۔اس کی شاعری بالخصوص غزل کی امیجری سر تاپا اس کے ذاتی آہنگ کی تصویر نما ہے۔"(۲)

سفیان صفی کا مزاج تصوف سے گہرا لگاؤ رکھتا ہے۔فقر و درویشی، وضعداری، خاکساری، عاجزانہ انکسار، فروتنی اور فقیرانہ درویشی تو ان کی شخصیت کے اہم ترین پہلو ہیں۔ مگر اس مزاج کا پرتو ان کے اشعار میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔اس طرح ان کی شاعری مکمل طور پر ان کی شخصیت کی حقیقی ترجمان اور عکاس بن کر ابھرتی ہے۔حمد، نعت، منقبت کے علاوہ جس عقیدت مندانہ اسلوب اور صفائی قلب کے ساتھ طہارتِ زبان و بیان کی ضرورت ہے وہ سفیان صفی کے صوفیانہ کلام میں واضح دکھائی دے رہی ہے اور جب اس تصوف کو محبت سے ملاتے ہیں تو شعریت اور رنگِ تغزل نکھر کر سامنے آتا ہے۔

میری سرشت میں موجود بندگی کی خُو
ترا خدا کی طرح اعتبار کرتی ہے

(۳)

بنیادی طور پر تصوف عالمگیر انسانی برادری کے تصور کا علم بردار ہے۔یہ تصور آدمی سے انسان تک کے سفر میں رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے علاوہ طبقاتی کشمکش اور اقوامِ عالم کے باہمی تضادات کے حل کے لیے بھی مینارِ نور ثابت ہوتا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور اپنی انکساری و بندگی کا اظہار ایک خاص سلیقے، عقیدت اور عاجزانہ ادا کا متقاضی ہوتا ہے۔سفیان صفی اس خاص سلیقے سے بخوبی واقف ہیں اور عاجزی کی انتہائی حد کو چھو کر آجاتے ہیں:

غفار ہے ستار ہے تو پھر بھی مجھے
ہر گام پہ خوف ہے کہ جبار ہے تو

(۴)

حمد کے ساتھ ساتھ نعت کہنے کا سلیقہ بھی صفی کو خوب آتا ہے عشقِ نبیؐ سے ان کا دل معمور ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں گہری عقیدت ہے۔اس حوالے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور کربلا کے واقعات پر ان کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔بزرگانِ دین کے لئے دل میں گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ان کے اس منفرد رنگ سے سید احمد رئیس چشتی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔وہ تحریر کرتے ہیں:

"وہ (محمد سفیان صفی) عشقِ رسولؐ سے سرشار و سرمست نظر آتے ہیں اور حبِ علی کا بھی دم بھرتے ہیں۔اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے بھی سچے پیرو اور عاشق ہیں۔"(۵)

سفیان صفی نے نبی کریم ﷺ کے شمائل و خصائل کا ذکر کمالِ عقیدت اور والہانہ احترام سے اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔حضور ﷺ کے حسنِ ظاہری کی تابانی اور جمالِ معنوی کی لامحدود رفعت دونوں کو نعت میں دلنشین انداز میں پیش کیا ہے۔سفیان صفی کا انداز ملاحظہ ہو کہ کس ادب و احترام سے سرکارِ دو عالمؐ سے والہانہ عشق کا اظہار کرتے ہیں:

رہتا ہے فقط اسمِ نبیؐ وردِ زباں
تکتا ہوں فقط جنت، طیبہ کا سماں

ہٹتی ہی نہیں نظریں درِ اقدس سے
حسنِ رخِ احمدؐ ہے صفی نور فشاں

(۶)

سفیان صفی کی شاعری کو یہ استخصاص حاصل ہے کہ انہوں نے حمد کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت بھی بیان کی ہے لیکن مقام ربوبیت اور مقام رسالت کے درمیان امتیاز کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہیں بھی حمد و ثنا کو نعت کے ساتھ مدغم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں حفظ مراتب کو مدنظر رکھا ہے۔ یوں ہر صنف اپنے تقدس و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اسلام کی محبت، قوم اور ملت سے لگاؤ، مسلمانوں سے حقیقی محبت اور خاص طور پر پاکستان کے لیے ہمدردی، عقیدت، حب الوطنی کے جذبات اور وطن کے لیے کچھ کر گزرنے کی ہمت جیسے موضوعات سفیان صفی کی غزل و نظم کو ایک منفرد آہنگ سے نوازتے ہیں۔ صفی وطن کی محبت میں اس شجر کی مانند ہیں جس کی جڑوں میں وطن کی محبت کی سینچائی موجود ہے اور جس کی ہر شاخ، پھول اور پتا وطن سے محبت کا ترجمان ہے۔ وہ پرکھوں کے حاصل کردہ وطن کو سنبھالنے کی فکر سے آشنا ہیں اور یہ شعور ان کی شاعری کو جلا بخشتا ہے۔ خاص طور پر ملک و قوم پر آنے والی آفات کے لیے ان کا دل کڑھتا ہے اور قلم میں شدت کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں:

سندھ راوی چناب ہیں میرے
تشنہ لب یہ سراب ہیں میرے
تیرا بارود کتنا مہنگا ہے
کتنے سستے گلاب ہیں میرے

(۷)

شعور، ادراک اور آگاہی اصل میں شاعری کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں اور سفیان صفی کے ہاں شاعرانہ موضوعات کی جو وسعت ہے تو اس کی خطاواری بھی اسی ادراک کے سر رہی ہے۔ عصری مسائل، ان کی نوعیت، اسباب، نقصانات، نفسیاتی رویوں پر اثر انگیزی اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ردعمل پر آپ کی گہری نظر ہے۔ جب ان کا دل کڑھتا ہے تو وہ سیاسی معاملات، حکمرانوں کے ظالمانہ رویے، معاشی ناہمواری، معاشرتی ناانصافی اور حقوق انسانی کو تلف کرنے کے ضمن میں ان کا حل اسلامی ریاست میں تلاش کرتے ہیں:

"اسلام میں جاگیرداروں اور وڈیروں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہر مسلمان کو اس کے بنیادی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ ہر اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہونی چاہیے، جہاں انصاف، صحت اور تعلیم کا نفاذ ہر حال میں مقدم رکھا جائے"(۸)

غریبوں اور بے کسوں کی تقدیر کا ماتم، خونِ ناحق کا المیہ، بھوکے ننگے اجسام کے مرثیے، مفلسی کے نوحے، جابرانہ اور ظالمانہ نظام پر طنز اور ملکِ پاکستان کو مجرموں کا اپنے لیے جنت بنالینے پر صفی کڑھتے اور بے طرح کڑھتے ہیں اور پھر جب قلم طنز کی کاری ضرب لگاتا ہے تو اسے قاری بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا:

اپنا چہرہ چھپایئے ہم سے
قاتلوں کو نقاب لازم ہے
خونِ ناحق سے آرہی ہے صدا
اب یہاں انقلاب لازم ہے

(۹)

اس قدر تلخ رویوں کا انجام یاس، مایوسی اور نا امیدی کے سوا کچھ نہیں۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ سفیان صفی کے ہاں امید و بیم سے رشتہ ٹوٹتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ان کے کلام میں یہ دونوں پہلو توازن قائم رکھتے ہیں اور سفیان صفی کی خاص بات آرزوؤں کے راستوں، خوابوں کے سفر اور تعبیر کی منزلیں فتح کرنا ہے اور وہ یوں امید کے دیئے جلاتے ہیں اور سماج کی تیرگی سے ناامید انسانوں کو امید کا پیغام دیتے ہیں:

کوئی سورج ہوا ہے مجھ میں روشن
اجالا ہے اندھیرے کے مکاں میں

(۱۰)

سفیان کا عشقیہ رجحان بھی سنجیدہ شخصیت کی متانت لیے ہوئے ہے۔ محمد سفیان صفی عشق، داخلی واردات اور رومانی رویوں کو غیر سنجیدہ رویوں کے حوالے کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس سنجیدہ عشقیہ فضا نے جہاں محمد سفیان صفی کے معیارِ عشق کو بلند کیا ہے۔ وہیں اس میں حقیقت پسندی کا رجحان بھی غالب نظر آتا ہے۔ یوں ان کی غزل، رنگِ تغزل، عشق پسندی اور معیاریت ایک ایسی فضا کو جنم دیتی ہے جس کے صادق رویوں میں قاری ڈوبے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ غیر فطری عناصر، رنگینی، عریانیت اور عشق کی ناپختگی مفقود ہی نظر نہیں آتی بلکہ یہ عناصر قاری کو کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ ایسا سنجیدہ ماحول ایک پختہ کار شاعر کی دلیل ہی ہو سکتا ہے۔ ان کا عشقِ لازوال انہیں دائم بلندیوں سے ہمکنار کرتا ہے:

گیسوئے یار کی خوشبو سے معطر ہے فضا
گویا آغوشِ صبا کوچۂ دلدار بھی ہے
دیکھئے ناز و ادا رنگ دکھائیں کیا کیا
آئینہ خانہ بھی ہے دیدۂ بیدار بھی ہے

(۱۱)

تنہائی ایک عذاب ہے اور احساس کی دولت سے جب شاعر مالامال ہوتا ہے تو اسے تنہائی کا عذاب سہنا ہی پڑتا ہے۔ تنہائی کی یہ سوگواریت سفیان صفی کے ہاں بھی گل کھلاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن اکیلے پن کے اس سفر میں سفیان صفی کے لیے باطنی دروازے وا ہوئے۔ انسانیت کا دکھ، قوم کی اجتماعی بے حسی اور اہل اقتدار کی ہوس ناکی نے محمد سفیان کو رجائیت اور امید کا درس تو دیا مگر ساتھ ہی اسے بھری بزم میں تنہا کھڑے ہونے کا سزاوار بھی کر دیا۔

میری تنہائی کرتی ہے تقاضہ
بچھڑ جا تو مجھے مجھ سے ملا کر

(۱۲)

سفیان صفی ہر منفی زاویے سے مثبت رخ مڑنا جانتے ہیں۔ وہ تنہائی کے مختلف عناصر کو فرد کی اندرونی کیفیات، احساسات و جذبات، فکری جہات اور روحانی بقا کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں تنہائی احساس محرومی اور کرب کا زینہ نہیں بنتی بلکہ خود شناسی کا وسیلہ بن جاتی ہے، ایسا وسیلہ جو شاعر کو غور و فکر کے ساتھ تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا دینے کا موقع بھی مہیا کرتا ہے۔ شاعر کے پیش نظر تنہائی کا احساس ایسا ذہنی تجربہ ہے جو تخلیقی اظہار کا سرچشمہ قرار پاتا ہے اور فن پارے کو جنم دینے کی قوت رکھتا ہے۔ یہ رجحان انہیں احساس تنہائی سے کہیں دور نکال کر کھڑا کر دیتا ہے۔ نمرہ نسیم تحریر کرتی ہیں:

"محمد سفیان صفی کے ہاں احساسِ تنہائی کا کرب جھیلنے کے باوجود یاسیت نہیں ہے۔ تخلیقی عمل میں تنہائی کلیدی احساس کی حیثیت سے کسی بھی رجحان کے زیرِ اثر اظہار کر سکتی ہے۔ خارجی اور داخلی دونوں صورتوں میں احساسِ تنہائی کا عمل دخل تخلیق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ محمد سفیان صفی کی شاعری میں بھی تنہائی کے مختلف روپ نظر آتے ہیں۔"(۱۳)

میرے ساتھ فروکش ہے میری تنہائی
یہ جانتے ہیں میرے دکھ کہ بے شمار ہوں میں

(۱۴)

غزل کے ساتھ ساتھ سفیان صفی نے نظمیں بھی تحریر کی ہیں۔ ان کے شعری مجموعے "پون یہ بھید بتا" میں کچھ نظمیں بھی شامل ہیں۔ فنی و فکری اعتبار سے ان کی نظمیں ایک معتبر حوالہ ہیں۔ آزاد نظموں کے ساتھ ساتھ پابند نظموں میں بھی ان کی ہمہ جہتی دیکھی جا سکتی ہے۔ مشرقی ادب کے ساتھ ساتھ مغربی ادب پر ان کی خاص نظر ہے۔ ادب، فلسفہ، تصوف، حکمت، سائنس، جدید علوم اور تقابلِ ادیان جیسے موضوعات کا تواتر سے مطالعہ کرنے کی وجہ سے ان کو آسانی سے جدید موضوعات اور عصری رجحانات حاصل ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر صوفی عبدالرشید، محمد سفیان صفی کی غزل و نظم پر یوں رقم طراز ہیں:

"وہ(صفی صاحب) غزل کے رمز آشنا اور نظم کے مزاج آشنا ہیں، ہر دو پر ان کی فنی گرفت مضبوط ہے۔۔۔۔۔۔ان کی نظمیں اردو شاعری کے ہر اچھے انتخاب میں شامل ہونے کا استحقاق رکھتی ہیں۔۔۔۔۔۔ صفی صاحب کی نظمیں سوچ کے نئے نئے زاویوں کو آئینہ دکھاتی اور تکنیکی اعتبار سے شاعری کی مہارتِ فن کا کافی و وافی ثبوت فراہم کرتی ہیں۔"(۱۵)

غزل کی طرح نظموں میں بھی سفیان صفی نے استحصالی نظام اور جابرانہ جکڑ بندیوں کا باریک بینی سے ذکر کیا ہے۔ عوام الناس کے لیے دھڑکتا اور کڑھتا دل آخر بول ہی پڑتا ہے۔ وہ بھوک، افلاس، طبقاتی نظام معاشی ناہمواری، معاشرتی استحصال، سماجی بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ پر قلم اٹھاتے ہیں اور نظم کا موضوع بنا لیتے ہیں۔ ان کی شاعری فرد اور سماج سے جڑے مسائل کی بہترین ترجمان ہے انہوں نے اپنے ارد گرد بکھرے موضوعات سے پہلو تہی نہیں برتی بلکہ طنز کے کٹیلے لہجے کو استعمال کر کے باضمیر ہونے کا حق نبھایا ہے۔ اس طرح ان کی شاعری فرد اور معاشرے کے لیے ایک تحریک کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے:

روٹی کا اک ٹکڑا دے دو
اس کے بدلے
میری عزت، میری غیرت، میری عظمت
سب کچھ لے لو
میں گھر سے مزدوری کرنے نکلا تھا
لیکن ٹھیکیدار نے میری
بوڑھی ہڈیاں
جو گودے سے خالی ہیں
ٹھکرا دی ہیں
۔۔۔۔۔میں بھوکا ہوں میری بیوی، میرے بچے، میرا کتا
سب بھوکے ہیں۔۔۔۔۔۔ریت بھری ہے ہنڈیا میں

پانی کا جو برتن ہے
اس میں جو نکیں تیر رہی ہیں

(۱۶)

سفیان صفی کے کلام میں وہ داخلیت ہے جو خارجیت کے مظاہر سے اپنے لیے باطنی موتی تلاش کرتی ہے۔ان کی نظر میں داخلیت سے مراد خود پسندی ہر گز نہیں، بلکہ وہ داخلیت کو تخلیقی اظہاریہ کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس فنکار سے اکتاہٹ اور بیزاری محسوس نہیں ہوتی۔ ہر بار پڑھنے پر غور و فکر کے نئے راستے واہوتے ہیں۔ یہ خوبی ان کی شاعری کو ایک فکری اور تخلیقی تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے۔بقول ڈاکٹر نذر عابد:

"صفی کے ہاں درونِ ذات جھانکتے ہوئے انکشافِ ذات کے نئے دریچے بھی واہوتے ہیں اور اپنی ارد گرد پھیلی کائنات کے احساس و ادراک کا ایک گہرا شعوری رویہ بھی ابھرتا ہے۔ان کی غزل میں خارجی سطح کی زوال آمادگی کے پسِ پردہ باطنی عروج کی ایک جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے اور بیرونی فضا میں گھلی تیرگی کو اپنے اندر کی روشنی کے ذریعے شکست دینے کا عزم بھی نمایاں ہے۔"(۱۷)

سر تا قدم زوال ہوں لیکن درونِ ذات
سر تا قدم کمال کوئی اور شخص ہے

(۱۸)

روایت کو بر قرار رکھنا اور جدت پر اپنی شاعری کی عمارت بنانا تخلیقی شاعر کا امتیاز ہوتا ہے۔بلاشبہ یہ امتیازی وصف محمد سفیان صفی کو حاصل ہے۔وہ روایت پسند بھی ہیں اور عصری حقائق کو بھی احسن انداز سے بیان کرنے کا ہنر اور سلیقہ جانتے ہیں۔وہ حال کی معنویت اور ماضی کی گمشدگی بیان کر کے پڑھنے والوں کو ایسے احساس سے دوچار کر دیتے ہیں جو فکر و نظر کے نئے دریچے وا کرنے کا موجب ٹھہرتا ہے۔سفیان سفی کے اسلوب کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو محض ادبی سرشاری تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کی بصیرت کو وسعت دینے کا کردار ادا کرتے ہیں۔سفیان صفی کا کلام ایک طرف فلسفیانہ خیالات، مذہبی افکار کی عکاسی کرتا ہے تو دوسری طرف وارداتِ قلبی کے اظہار کے ساتھ ساتھ روایتی عشقیہ مضامین بھی موجود ہیں، علاوہ ازیں ان کی شاعری سطحی تاثرات تک مقید نہیں بلکہ فکری حوالے سے وسعت اور گہرائی کی حامل ہے۔ان کے کلام میں محبت کا مضمون عام انسانی جذبات و احساسات کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ ہو گیا ہے کہ وہ رومانوی کیفیات کا پابند نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو گرفت میں لے کر اسے آفاقیت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔یہی تصور جدید شعرا کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

1۔جان عالم، تبصرہ:"اسے چاند گنگنائے"مشمولہ "شعر و سخن"جلد ۱۵، شمارہ نمبر ۵۷، جنوری-مارچ ۲۰۱۴، ص ۹۴

۲۔امتیاز الحق امتیاز، تبصرہ، مشمولہ "اسے چاند گنگنائے"مثال پبلشرز ۲۰۱۳

۳۔محمد سفیان صفی، "اسے چاند گنگنائے"مثال پبلشرز، ۲۰۱۳، ص ۱۴۳

۴۔محمد سفیان صفی"پون یہ بھید بتا"مثال پبلشرز، ۲۰۰۹، ص ۲۱

۵۔احمد رئیس چشتی، "شاعر پر وقار"مشمولہ "اسے چاند گنگنائے"مثال پبلشرز، ۲۰۱۳، ص ۱۳

۶۔محمد سفیان صفی"پون یہ بھید بتا"ص ۲۲

۷۔محمد سفیان صفی، "اسے چاند گنگنائے، ص ۱۳۸، ۱۳۷

۸۔محمد سفیان صفی، :انٹرویو، مشمولہ "محمد سفیان صفی کی شاعری": تجزیاتی مطالعہ، مقالہ برائے ایم۔اے اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد، ص ۴۳

۹۔محمد سفیان صفی، "اسے چاند گنگنائے"، ص ۲۶

۱۰۔ محمد سفیان صفی، "پون یہ بھید بتا" مثال پبلشرز، ص ۴۰

۱۱۔ محمد سفیان صفی، "اسے چاند گنگنائے"، ص ۱۵۷

۱۲۔ محمد سفیان صفی، "پون یہ بھید بتا"، ص ۶۹

۱۳۔ ثمرہ نسیم، مقالہ "محمد سفیان صفی کی شاعری": تجزیاتی مطالعہ، مقالہ برائے ایم۔اے اردو نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد،

۱۴۔ محمد سفیان صفی، "اسے چاند گنگنائے"، ص ۱۱۷

۱۵۔ پروفیسر صوفی عبدالرشید، تبصرہ، مشمولہ "پون یہ بھید بتا" مثال پبلشرز، ۲۰۰۹، ص ۱۷

۱۶۔ محمد سفیان صفی، "پون یہ بھید بتا"، ص ۴۳

۱۷۔ ڈاکٹر نذر عابد، تبصرہ، مشمولہ "اسے چاند گنگنائے" مثال پبلشرز، ۲۰۱۳، ص ۱۸

۱۸۔ محمد سفیان صفی، اسے چاند گنگنائے" ص ۱۳۹